OPEN ACCESS
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

اقامت دین اور مدافعانہ منہج: ابلاغی مکتبہ فکر کا تعارف و تجزیہ

Establishing the Religion and the Defensive Approach: Introduction and Analysis of the Communicative School of Thought

☆ **Hafiz Abu Bakar Idrees**
M Phil, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.
☆☆ **Hafiz Masood ur Rahman khan**
Lecturer, Islamic studies, The University of Lahore, Pakistan

Citation:
Idrees, Hafiz Abu Bakar and Hafiz Masood ur Rahman khan " The Shari'ah Criteria for Power Transfer and Government Positions: A Historical Review and Applied Study." Al-Idrāk Research Journal, 4, no.2, Jun-Dec (2024): 42– 55.

ABSTRACT

This study focuses on the concept of "Iqamat al-Din" (establishing the religion) and its relationship with a defensive approach, analyzing the communicative school of thought in Islam. Iqamat al-Din refers to the effort to establish the foundational principles of Islam in society, encompassing spiritual, ethical, and societal aspects of life. This study examines the intersection of establishing the religion with a defensive approach, which is characterized by responding to external challenges to Islam while preserving its core values and teachings. The communicative school of thought in Islamic discourse emphasizes dialogue, interaction, and defense of the religion through intellectual and social engagement, rather than through aggression. This approach advocates for defending the truth of Islam by engaging with contemporary challenges, misconceptions, and critiques from other ideologies or belief systems. The communicative school emphasizes the importance of reason, wisdom, and knowledge in addressing doubts about Islam, aiming to strengthen its position in modern discourse. This research also delves into the practical applications of the communicative school of thought in contemporary contexts, evaluating its effectiveness in promoting a peaceful understanding of Islam in the face of global challenges. The study highlights the importance of a balanced and peaceful approach in defending the religion, and the potential for using

communication as a tool for fostering better interfaith and intercultural dialogue in the modern world.

Keywords: Iqamat al-Din, defensive approach, communicative school of thought, Islamic discourse, interfaith dialogue, modern challenges.

تعارف

اقامت دین اور مدافعانہ منہج اسلامی تاریخ اور فکریات میں ایک اہم موضوع ہے، جس پر مختلف مکاتب فکر نے اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اقامت دین کا مطلب ہے کہ اسلامی تعلیمات اور اصولوں کو معاشرے میں قائم کرنا، اور اس کے ذریعے انسانوں کی فلاح اور ترقی کی راہیں ہموار کرنا۔ یہ عمل نہ صرف روحانی سطح پر بلکہ معاشرتی، اقتصادی، اور سیاسی سطح پر بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد اقامت دین اور مدافعانہ منہج کو ایک خاص فکری تناظر میں سمجھنا ہے، جسے ہم "ابلاغی مکتبہ فکر" کے طور پر جانتے ہیں۔

ابلاغی مکتبہ فکر دراصل اس نقطہ نظر کو بیان کرتا ہے جس میں اسلام کے پیغامات کو عقل و فہم کی روشنی میں لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ اس مکتبہ فکر کے مطابق دین کی حقیقت اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے قوت یا جبر کا استعمال نہیں کیا جاتا، بلکہ تعلیم و تدبر، علم و حکمت کے ذریعے اسلام کی خوبصورتی اور سچائی کو پیش کیا جاتا ہے۔ اقامت دین کی اس فکری تعبیر میں ایک دفاعی نوعیت کا منہج بھی شامل ہے، جو اسلام کے نظریات، اصولوں اور تعلیمات کے بارے میں پیدا ہونے والے شبہات کا علمی اور فکری طریقے سے جواب دینے پر مبنی ہے۔ اسلامی تاریخ میں ہمیں اس بات کی مثالیں ملتی ہیں کہ جب بھی کسی بیرونی حملے یا فکری چیلنج کا سامنا ہوا، مسلمان علماء اور مفکرین نے علمی اور فکری طریقوں سے اسلام کا دفاع کیا۔ اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ کسی قسم کے جبر یا تشدد کا سہارا نہیں لیتے تھے بلکہ وہ ہمیشہ ایک فکری و نظریاتی جنگ لڑنے پر یقین رکھتے تھے۔ ابلاغی مکتبہ فکر کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ صرف علم اور دلیل کے ذریعے اسلام کے اصولوں کا دفاع کرتا ہے، جس میں مختلف معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی مسائل پر بات کی جاتی ہے۔ یہ تحقیق اقامت دین اور مدافعانہ منہج کی اس فکری تعبیر کو مزید گہرائی سے تجزیہ کرے گی اور ابلاغی مکتبہ فکر کے تحت اسلام کی تدریسی، ثقافتی اور فکری حکمت عملیوں کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرے گی۔ اس میں یہ بھی جائزہ لیا جائے گا کہ یہ مکتبہ فکر موجودہ دور کے فکری اور سیاسی چیلنجز کا کس طرح مقابلہ کرتا ہے اور عالمی سطح پر اسلام کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے اس کی کیا اہمیت ہے۔

1: تعارفی مبحث

تبلیغی جماعت 1927 میں میوات، ہندوستان میں قائم کی گئی تھی، جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں میں اسلام کے عمل کو دوبارہ زندہ کرنا اور اسے زندہ کرنا تھا۔ اس تحریک نے اس بات کو حل کرنے کی کوشش کی جسے اس کے بانی نے مسلم امت میں مذہبی پابندیوں میں کمی اور اسلام کی تعلیمات سے دوری کے طور پر دیکھا۔ اسلام کی تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہوئے، تبلیغی جماعت ایک مضبوط اسلامی بنیاد کی اہمیت پر زور دیتی ہے اور مذہب کے ایک خالص، زیادہ متقی عمل کو فروغ دینے کی کوشش کرتی ہے۔

2: مقاصد

تبلیغی جماعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کو قرآن وحدیث میں بیان کردہ اصولوں اور طریقوں پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال ہیں۔ تحریک اسلام کے پانچ ستونوں پر زور دیتی ہے، خاص طور پر نماز (نماز) اور دعوت (عقیدہ کی تبلیغ) پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ تبلیغی جماعت کے اراکین، جنہیں اکثر "تبلیغی" کہا جاتا ہے، سے زور دیا جاتا ہے کہ وہ ذاتی روحانی ترقی اور اسلام کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے سرگرم کوششوں میں مشغول ہوں۔

3: طریقہ کار

تبلیغی جماعت کا طریقہ کار نچلی سطح کے نقطہ نظر پر مرکوز ہے، ان افراد پر انحصار کرتا ہے جو اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے رضاکارانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ یہ رضاکار چھوٹے چھوٹے گروپ بناتے ہیں، جنہیں "جماعت" کہا جاتا ہے اور مختلف گروہوں میں تبلیغی دوروں کا آغاز کرتے ہیں۔ ان دوروں کے دوران وہ اسلامی رسومات کی اہمیت، مذہبی ذمہ داریوں کی پابندی اور ذاتی تقویٰ کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ تبلیغی جماعت متنوع پس منظر سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے ساتھ منسلک ہونے اور انہیں اپنے عقیدے اور دین سے وابستگی کو مضبوط کرنے کی ترغیب دینے کو بہت اہمیت دیتی ہے۔

4: اجتماعات

طریقہ کار کا ایک اور لازمی پہلو اجتماعات کی تنظیم ہے، جسے "اجتماع" کہا جاتا ہے، جہاں اراکین مذہبی خطابات، دعاؤں اور روحانی تجدید میں مشغول ہونے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ یہ واقعات اجتماعی سیکھنے، عکاسی کرنے اور

مذہبی تجربات کے حصول کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرتے ہیں۔ وہ ممبران کے درمیان اتحاد اور بھائی چارے کے احساس کو تقویت دیتے ہیں، عالمی مسلم امت کے اندر ایک مضبوط رشتہ کو فروغ دیتے ہیں۔

5: پھیلاو

تبلیغی جماعت کا اثر کافی رہا ہے، کیونکہ یہ مختلف ممالک میں نمایاں موجودگی کے ساتھ ایک بین الاقوامی تحریک میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اس کا اثر خاص طور پر جنوبی ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ کے کچھ حصوں میں محسوس کیا جاتا ہے۔ اس تحریک نے مسلمانوں میں اسلامی طرز عمل میں دلچسپی دوبارہ پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے اور بہت سی برادریوں میں مذہبی پابندی کو زندہ کیا ہے۔

6: احیاء اسلام کے لیے کاوش

تبلیغی جماعت کا بنیادی مقصد مسلمانوں میں اسلام کے عمل کو زندہ کرنا اور اسے مضبوط کرنا ہے۔ تحریک اس بات کو حل کرنے پر یقین رکھتی ہے جو اسے مذہبی پابندیوں میں کمی اور مسلم امت کے اندر اسلام کی تعلیمات سے انحراف کے طور پر سمجھتی ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے، تبلیغی جماعت اسلام کے پانچ ستونوں یعنی شہادت (ایمان)، نماز (نماز)، زکوٰۃ (صدقہ)، صوم (رمضان کے دوران روزہ)، اور حج (مکہ کی زیارت) پر زور دیتی ہے۔ اس میں خاص طور پر نماز اور دعوت پر زور دیا گیا ہے، مسلمانوں پر زور دیا گیا ہے کہ وہ باقاعدگی سے نمازوں کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں اور اسلام کے پیغام کو دوسروں تک پہنچائیں۔

8: تنازعات کا شکار

تاہم، تبلیغی جماعت تنازعات کے بغیر نہیں رہی ہے۔ حالیہ برسوں میں، 2020 میں دہلی، ہندوستان میں ایک بڑے اجتماع کے دوران COVID-19 کے پھیلاؤ میں مبینہ طور پر ملوث ہونے کی وجہ سے تحریک کو تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔

9: رہبانیت کا الزام

اسی بناء پر تبلیغی جماعت کو تنقید اور تنازعات کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے۔ کچھ ناقدین کا کہنا ہے کہ ذاتی تقویٰ پر اس کی باطنی توجہ نادانستہ طور پر اراکین کو وسیع تر سماجی مسائل سے الگ کر دیتی ہے یا جدید دنیا کے ساتھ مشغولیت میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ تبلیغی جماعت ایک نمایاں اسلامی احیاء پسند تحریک ہے جو مذہب کی ایک خالص، زیادہ متقی شکل کو فروغ دے کر اسلام کے عمل کو از سر نو بحال کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کا بنیادی نقطہ نظر، ذاتی روحانی ترقی پر زور، اور اسلامی تعلیمات کو پھیلانے کے عزم نے پوری دنیا میں اس کے وسیع اثر و رسوخ میں حصہ ڈالا ہے، جس سے مسلمانوں کی زندگیوں پر اثر پڑا ہے اور امت کے اندر مذہبی احیاء کے احساس کو فروغ دیا گیا ہے۔

10: غلبہ دین کے لیے منہج

تبلیغی جماعت ایک اسلامی مشنری تحریک ہے جو سختی سے جہادی سرگرمیوں کو رد کرتی ہے اور خود کو "جہادی" سرگرمیوں یا عسکریت پسندانہ نظریات سے وابستہ کسی بھی قسم کے اقدامات سے دور رکھتی ہے۔ مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی طرف سے 1927 میں برصغیر پاک و ہند میں قائم کی گئی، تحریک کے بنیادی اصول بنیاد پرستی اور اسلام کی پرامن تبلیغ اور روحانی احیاء پر مبنی ہیں۔

تبلیغی جماعت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک دعوت کا تصور ہے، جس کا ترجمہ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات کی طرف دعوت دینا یا بلانا ہے۔ دعوت، تحریک کے مطابق، پرامن طریقے سے، بات چیت، افہام و تفہیم اور قائل کرنے کو اس کے اوزار کے طور پر انجام دینا چاہیے۔ اس کا مقصد لوگوں کو اسلام کے بارے میں بات چیت میں شامل کرنا، عقیدے کی گہری سمجھ کو فروغ دینا، اور اس کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا، یہ سبکچھ امن اور ہمدردی کو برقرار رکھتے ہوئے ہے۔

تبلیغی جماعت کا طریقہ کار راستہ بنانے، رشتوں کو پروان چڑھانے، اور ساتھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ساتھ یکساں بات چیت پر مرکوز ہے۔ تحریک کا موقف ہے کہ تفہیم اور روشن خیالی زبردستی یا تشدد کے بجائے پرامن بات چیت اور علم کے پھیلاو کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔ توجہ مختلف پس منظر اور عقائد سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی رواداری، اتحاد اور پرامن بقائے باہمی کو فروغ دینے پر ہے۔

آخر میں، تبلیغی جماعت واضح طور پر "جہادی" سرگرمیوں اور اسلام کی عسکری تشریحات سے وابستہ سرگرمیوں کو مسترد کرتی ہے۔ تحریک کا طریقہ کار اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے، افہام و تفہیم کو فروغ دینے اور روحانی نشوونما کے پرامن ذرائع پر مبنی ہے۔ ان اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے، تبلیغی جماعت اسلام کی حقیقی تعلیمات کے

مطابق، زیادہ پر امن اور ہم آہنگ دنیا کی وکالت کرتی ہے۔ تاہم اسلام کے غلبہ کے لیے صرف دعوت ہی نہیں بلکہ جہاد بھی ایک اہم ضرورت ہے جس کو چھوڑنے کی وجہ سے تبلیغی جماعت ایک انتہاء پر پہنچ جاتی ہے۔

غلبہ دین کے لیے تبلیغی جماعت کا منہج کا تحقیقی جائزہ

ذیل میں اس بات کا تجزیہ کریں گے کہ تبلیغی جماعت کے تاریخی مراحل میں مقصد وحید دعوت دین کے ذریعے ہی اسلام کا غلبہ رہا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد مسلمانوں پر انگریزوں کا غلبہ اور زیادہ مضبوط ہو گیا۔ تحریک خلافت کے بعد مسلمان انگریزوں سے مزید مایوس ہو گئے۔ ہندوؤں نے ان حالات سے فائدہ اٹھا کر شدہی تحریک شروع کر دی۔ اس تحریک کے اہداف میں وہ قومیں اور علاقے زیادہ اہم تھے جن کے افراد دین اور دینی تعلیم سے ناواقف تھے ۔ اس لئے میوات 19 اور میو قوم میں ارتداد کا خطرہ زیادہ تھا۔ "1921ء کی بات ہے کہ ہندوستان میں آریوں کی کوشش سے جاہل نومسلم دیہاتی علاقوں میں ارتداد کی آگ پھیلی، اس آگ کے بجھانے کے لئے ہر چار طرف مسلمان کھڑے ہوئے، بہت سی تبلیغی انجمنیں بنیں، ہزاروں روپے کے چندے ہوئے، مبلغین نوکر رکھے گئے، جگہ جگہ پھیلائے گئے۔[1]

عجیب کیفیت طاری تھی۔ اللہ تعالی نے آپ کے دل میں دعوت و اصلاح کا وہ طریقہ ڈالا جو آج تبلیغی تحریک کے نام سے معروف ہے، مولانا کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ہم تم سے کام لیں گے، تمہیں ہندوستان واپس جانا چاہیے۔ 29 ذی قعدہ 1348ھ کو جامع مسجد سہارنپور میں مولانا نے اس کام کا پہلا خطاب فرمایا، دعوت و تبلیغ کے کام کیلئے افراد کی تشکیل کی۔[2]

---

[1] ندوی، سلیمان، سید، انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت و منہج دعوت اور مزاج نبوت صلی علیہ وسلم، مکتبہ محمودیہ لاہور، سن ندارد، ص12

Nadwī, Sulaymān, Sayyid, *Anbiyā ʿalayhim al-salām kay Uṣūl-i Daʿwat wa Mansij Daʿwat aur Mizāj-i Nubuwwat Ṣallá Allāhu ʿalayhi wa sallam* (Maktabah Maḥmūdiyyah, Lahore, n.d.), 12.

[2] رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، راہ عمل، زمزم پبلشرز، کراچی، 2009ء، ج1، ص340

Raḥmānī, Khālid Saifullāh, Mawlānā, *Rāh-e-ʿAmal* (Zamzam Publishers, Karachi, 2009), vol. 1, 340

مولانا صاحب نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے فتنوں سے بچنے کی بہت کوششیں کیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس کو میواتیوں کی فکر ہوئی، کیوں کہ میواتی دینی لحاظ سے کمزور تھے۔ مولانا محمد الیاس نے میواتیوں کی انفرادی اصلاح شروع کی۔ مولانا نے تبلیغ کا سلسلہ میوات سے شروع کیا۔ جمیعہ علماء ہند نے اس فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کیلئے کئی علاقوں میں وفود روانہ کئے اور اس کو آئندہ ختم کرنے کیلئے 152 مدارس قائم کئے تاکہ آنے والی نسلیں اس فتنے سے بچ سکیں۔ لیکن مولانا کا خیال تھا کہ وفود اور مدارس اس فتنے کے خاتمے کیلئے کافی نہیں ہے کوئی اور لائحہ عمل بھی اختیار کیا جائے۔[1]

جب فیروز پور کے کچھ لوگوں نے مولانا کو بتایا کہ وہ لوگوں کو جمع نہیں کرتے بلکہ اہل محلہ میں سے کچھ لوگ گھر گھر جا کر لوگوں سے ملتے ہیں اور انہیں نماز کیلئے لاتے ہیں یعنی گشت کرتے ہیں مولانا کو یہ طریقہ پسند آیا اور خود لوگوں کو دعوت دینے کیلئے گشت شروع کیا۔ نہ صرف میوات میں آپ نے تبلیغی کام کیا بلکہ ہندوستان کے اور علاقوں میں بھی جماعتیں بھیجیں، تاکہ گشت کریں۔ میوات کی جماعتیں یوپی کے شہروں اور قصبات میں پھرنے لگیں۔ میوات کی طرح دہلی میں بھی خالص تحریص و ترغیب کا سلسلہ شروع ہوا، محلوں میں جماعتیں بنیں، اور ہفتہ وار گشت کی ابتداء ہوئی۔ مولانا محمد الیاس کی کوششوں سے تبلیغ کا سلسلہ فیروز پور نمک تک پھیلا۔ "مولانا کی ترغیب اور اصرار پر وہ پہلی جماعت جو فیروز پور نمک سے باہر نکلی اس میں چھ افراد تھے۔ 1: حافظ محمد اسحاق بن نور بخش 2: نمبردار محراب خان، 3: چوہدری نماز خان اور تین بچے جن کی عمریں بارہ تیرہ سال تھی ں۔ اس جماعت نے قریبی علاقوں گھاسیر و سمنہ، اور تاوڑد میں گشت کیے۔[2]

اس طرح ایک بستی کے چند افراد کے اس کام نے تنظیم اور وسعت اختیار کی۔ 1933ء کے اواخر میں آپ نے پورے میوات کے دو تفصیلی دورے کیے ان میں ہر وقت کم از کم سو افراد ساتھ ہوتے تھے۔ دونوں دورے تقریباً

---

[1] ایضا

Ibid

[2] رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، راہ عمل، زمزم پبلشرز، کراچی، 2009ء، ج 1، ص 340

Nadwī, Abū al-Ḥasan ʿAlī, Mawlānā, *Mawlānā Muḥammad Ilyās aur Un kī Dīnī Daʿwat* (Idāra-i Ishāʿat-i Dīnīyāt, New Delhi, 2002), 91.

ایک ایک ماہ کے تھے۔ ان دوروں کے درمیان میں ہمراہیوں میں سے جماعتیں بنا بنا کر مختلف گاؤں میں انہیں گشت کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ ان تفصیلی دوروں کے نتیجے میں پورے میوات میں گھر گھر اس دعوت کا پیغام دینے کے بعد مولانا الیاس نے ایک پنچائیت بلائی جس میں 107 چیدہ چیدہ افراد شریک ہوئے۔ اس اجلاس کو تبلیغی جماعت کا تاسیسی اجلاس کہا جاسکتا ہے۔ تفصیلی دوروں اور پنچائیت کے بعد میوات میں تبلیغی کام کی ایک تحریک پیدا ہو گئی۔ کچھ لوگوں کا انفرادی دینی عمل علاقے کا اجتماعی کام بن گیا۔ مولانا نے اس کے بعد ان لوگوں کو کچھ وقت نکالنے اور تھوڑا سا علم دین حاصل کرنے کے درجہ سے آگے بڑھانا شروع کیا تا کہ انہیں علمی ماحول اور دینی فضاء سے روشناس کرایا جائے۔ "تبلیغی تحریک کی ابتداء کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

مولانا محمد الیاس کی ان دینی کاوشوں نے بعض علماء کو حیران کر دیا انہوں نے تذکرے شروع کئے کہ مولانا نے یہ کیا شروع کر دیا۔ حضرت اشرف علی تھانوی کو جب پتہ چلا تو وہ گھبرا گئے اور فرمایا کہ لوگ تو علماء کی بات بھی قبول کرنے کو آمادہ نہیں۔ یہ میوات کے ان پڑھ لوگ کیا تبلیغ کریں گے۔ یہ تبلیغ نہیں بلکہ دین میں ایک نیا فتنہ ہے یا امت میں ایک نیا فتنہ ہے"۔[1]

مولانا الیاس نے اپنے نزدیک اس کا فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک اہل حق اور اہل علم اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اور اس کی سرپرستی نہ کریں گے اس وقت اس اجنبی دعوت اور اس نازک اور اس لطیف کام کی طرف (جس میں بڑی دقیق رعایتیں اور نزاکتیں ملحوظ ہیں) اطمینان نہیں کیا جاسکتا آپ کو اس کی بڑی آرزو تھی کہ اہل اشخاص اس کام کی طرف توجہ کریں اور اپنی قابلیتوں اور خداداد صلاحیتوں کو اس کام کے فروغ میں لگائیں جس سے اسلام کی درخت کی جڑ شاداب ہو گی، پھر اس سے اس کی تمام شاخیں اور پتیاں سرسبز ہو جائیں گی۔ اس سلسلہ میں آپ علماء سے صرف وعظ تقریر ہی کے ذریعہ اعانت نہیں چاہتے تھے، بلکہ آپ کی خواہش اور آپ کا مطالبہ علماء عصر سے سلف اول کے طرز پر اشاعت دین کے لئے علمی جدوجہد اور دربدر پھرنے کا تھا۔[2]

---

[1] ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، ادارہ اشاعت دینیات، نیو دہلی، 2002ء، ص 91
Nadwī, Abū al-Ḥasan ʿAlī, Mawlānā, *Mawlānā Muḥammad Ilyās aur Un kī Dīnī Daʿwat* (Idāra-i Ishāʿat-i Dīnīyāt, New Delhi, 2002), 91.

[2] ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، ادارہ اشاعت دینیات، نیو دہلی، 2002ء، ص 91

مولانا الیاس نے علماء کی تشویش رفع کرنے کی کوششیں تو کیں لیکن ان کی تشویش کے باوجود اس کام میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ مولانا اشرف علی تھانوی ہندوستان کے بڑے علماء میں سے ایک تھے ان کی توجہ اور حمایت حاصل کرنے کی خصوصی کوششیں کیں آپ نے میواتیوں کو دیوبند، سہارنپور اور تھانہ بھون کی طرف بھیجنا شروع کیا۔ جماعتیں تھانہ بھون کے ماحول اور آس پاس کام کرتی رہیں، اطراف واکناف سے آنے والے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب سے جماعتوں کی کارگزاری، ان کے طرز و اصول اور ان برکات کا ذکر کرتے جو ان کے گشت و قیام سے ان مقامات میں نظر آنے لگے تھے۔ مولانا کو پہلے بڑا شبہ اس میں تھا کہ جب ان علماء کو جنہوں نے آٹھ آٹھ دس دس برس مدرسوں میں تعلیم پائی تھی تبلیغ دین میں پوری کامیابی نہیں ہوتی بلکہ صدہا اور نئے فتنے کھڑے ہو جاتے ہیں تو یہ کاہل میواتی بغیر علم و تربیت کے اتنا نازک کام کیسے کریں گے۔ لیکن ان میواتیوں کے عملی کام اور قرب و جوار کی متواتر خبروں اور تصدیقوں سے اور پھر ان کی آمد کی برکات کو خود ملاحظہ کرنے سے آپ کو اس کا اطمینان ہوا۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مولانا محمد الیاس صاحب نے اس طرز کے متعلق کچھ گفتگو کرنی چاہی تو مولانا نے فرمایا کہ دلائل کی ضرورت نہیں، دلائل تو کسی چیز کے ثبوت اور صداقت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں، میرا تو اطمینان عمل سے ہو چکا ہے۔ اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں، آپ نے تو ماشاءاللہ یاس کو اس سے بدل دیا۔[1]

دیگر علماء کو زبانی، تحریری ہر طرح سے اس کام پر آمادہ کرتے اور عملاً شرکت کے لئے ابھارتے رہے۔ آپ ہر فرد کو اس کام میں لگانے کے لئے بے قرار رہتے تھے۔ جب بھی کوئی اس کام میں شامل ہوتا تو اس کی شمولیت پر خوشی کا اظہار کرتے۔ کیوں کہ آپ کا اصل مقصد یہی تھا کہ لوگ اسلام سیکھیں اور سکھائیں۔ مولانا منظور نعمانی مولانا الیاس کی زبانی لکھتے ہیں: ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو "جمیع ما جاء بہ النبیؐ" سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد۔ رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور

Nadwī, Abū al-Ḥasan ʿAlī, Mawlānā, *Mawlānā Muḥammad Ilyās aur Un kī Dīnī Daʿwat* (Idāra-i Ishāʿat-i Dīnīyāt, New Delhi, 2002), 91.

[1] نعمانی، محمد منظور مولانا: ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس، مدنی کتب خانہ، کراچی، سن ندارد، ص 31

Nuʿmānī, Muḥammad Manẓūr, Mawlānā, *Malfūẓāt Ḥaḍrat Mawlānā Muḥammad Ilyās* (Madani Kutub Khānah, Karachi, n.d.), 31.

تبلیغی گشت، سو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے۔ اور کلمہ و نماز کی تلقین و تعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی الف ب ت ہے"۔[1]

1940ء کے شروع میں میوات کے علاقے میں کام کافی مستحکم ہو چکا تھا۔ باہر سے بھی لوگ بستی نظام الدین آکر فیض حاصل کرنے لگے تھے۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ میوات سے باہر بھی جماعتیں بھیجی جائیں لیکن اس سے پہلے ایک بڑا جلسہ عام کیا گیا۔ "8، 9، 10 ذیقعدہ 1360ھ مطابق 28، 29، 30 نومبر 1941ء کو نوح (ضلع گوڑ گاؤں) میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، میوات کی سرزمین نے انسانوں کا اتنا بڑا اجتماع کبھی نہیں دیکھا تھا۔ شرکاء جلسہ کی تعداد کا تحقیقی اندازہ 20-25 ہزار کیا جاتا تھا۔ ان شرکاء میں بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی تھی جو 30، 30-40، 40 کوس پیدل چل کر اپنا سامان کندھے پر لاد کر آئے تھے۔ مفتی کفایت اللہ نے اس جلسہ کے متعلق فرمایا: کہ میں 35 سال سے ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی جلسوں میں شریک ہو رہا ہوں، لیکن میں نے اس شان کا ایسا بابرکت اجتماع آج تک نہیں دیکھا۔[2]

نوح کے مدرسہ میں تو سالانہ جلسے ہوتے رہتے تھے۔ لیکن یہ جلسہ تبلیغی جماعت کا پہلا عام جلسہ کہا جاتا ہے۔ 1943ء میں جماعتیں کراچی بھیجیں گئیں۔ اس طرح مولانا الیاس کی زندگی میں میوات کے اضلاع میں کام مستحکم ہو گیا، سہارنپور، رائے پور، دہلی اور لکھنو کے علاوہ کراچی تک بھی جماعتیں جانا شروع ہو گئیں۔ دیار عرب میں کام کی کوششیں ہوئیں اور دعوت کا کچھ کچھ تذکرہ وہاں بھی شروع ہو گیا۔ 13 جولائی 1944ء کو مولانا کا انتقال ہوا اور ان کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف ان کے جانشین بنے۔ محمد شاہد عادل مولانا طارق جمیل کی زبانی مولانا الیاس کی تبلیغی محنت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

---

[1] نعمانی، محمد منظور مولانا: ملفوظات حضرت مولانا محمد الیاس، مدنی کتب خانہ، کراچی، سن ندارد، ص 31

Nuʿmānī, Muḥammad Manẓūr, Mawlānā, *Malfūẓāt Ḥaḍrat Mawlānā Muḥammad Ilyās* (Madani Kutub Khānah, Karachi, n.d.), 31.

[2] ندوی، ابوالحسن علی، مولانا: مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، ادارہ اشاعت دینیات، نیو دہلی، 2002ء، ص 104-105

Nadwī, Abū al-Ḥasan ʿAlī, Mawlānā, *Mawlānā Muḥammad Ilyās aur Un kī Dīnī Daʿwat* (Idāra-i Ishāʿat-i Dīnīyāt, New Delhi, 2002), 104-105.

مولانا الیاس نے جب میواتیوں میں درس شروع کیا اور وہ مارتے تھے گالیاں دیتے تھے علماء نے کہا کہ مولوی الیاس نے علم کو ذلیل کر دیا چونکہ کام وجود میں نہیں تھا کسی کو پتہ نہیں تھا علماء کہیں کہ یہ علم کی ذلت ہے مولانا الیاس نے کہا" ہائے میرے حبیب تو ابو جہل سے مار کھاتا تھا میں مسلمان کی منت کر کے کیسے ذلیل ہو سکتا ہوں میں تو اللہ کے کلمہ کے لئے ذلیل ہو کر عزت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے کلمے کے لئے ذلت بھی عزت ہے یہ ذلیل ہونا نہیں ہے یہ عزت والا ہونا ہے۔[1]

تبلیغ کے میدان میں مشکلات کا سامنا ضرور ہو گا۔ مولانا سعید احمد خان بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاس کے بارے لکھتے ہیں کہ: "اسی طرح سے ہم نے مولانا الیاس صاحب کا زمانہ کچھ سنا، کچھ دیکھ وہ بھی کسی قدر ابتلاء وامتحانات کا معلوم ہوتا تھا۔ لوگوں ک اعام استقبال نہ تھا اور شاہد ہی تین دن کے لئے کوئی نکلتا تھا۔ تعریف کرنے والے خال خال، بد ظنی کرنے والے اکثر۔ یہاں تک کہ علموء بھی مایوسی دلاتے تھے یا اس کام پر اشکالات کرتے تھے اور بہت سے اعتراضات کرتے تھے۔ جماعتوں کا نہ تو استقبال تھا نہ کھانے کی دعوت، بلکہ اپنی مسجدوں میں ان کا ٹھہرنا بھی ناگوار سمجھتے تھے۔[2]

تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر مولانا محمد یوسف منتخب کئے گئے اس وقت حالات بہت خراب تھے مگر مولانا یوسف نے کام کو وسعت دینے کی منظم اور بھرپور کوششیں کیں، یہ سوچا گیا کہ دوسرے ملکوں میں داعی بن کر جانے کی صلاحیت یو۔ پی کے مسلمانوں میں ہے، یوپی کے مسلمانوں میں کام کے فروغ کی دو صورتیں تھیں ایک یہ کہ علماء کو اس کام میں شریک کیا جائے اور دوسرے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو کام میں لگایا جائے۔ علماء کو شریک کرنے کیلئے مظاہر العلوم سہارنپور اور دار العلوم دیوبند سے تعاون حاصل کیا جائے۔ مولانا حسین احمد مدنی، حضرت عبد القادر رائے پوری اور مولانا زکریا نے سرپرستی کی تو ان کے شاگرد اور معتقدین اس طرف متوجہ ہوئے اور کام آگے بڑھا۔ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ میں نفوذ کیلئے یہ طے کیا گیا کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ہدف بنا کر کام کیا

[1] محمد شاہد عادل، اکابرین دعوت و تبلیغ کے ملفوظات، المیزان، لاہور، 2013ء، ص20

Muḥammad Shāhid ʿĀdil, *Akābirīn Daʿwat wa Tablīgh kay Malfūẓāt* (Al-Mīzān, Lahore, 2013), 20.

[2] سعید احمد خان، مولانا، تبلیغی کام کے اہم اصول، ص30

Saʿīd Aḥmad Khān, Mawlānā, *Tablīghī Kāṁ kay Aham Uṣūl*, 30.

جائے۔ علی گڑھ میں مولویوں کی بات کون سنے گا؟ اس پر غور اور مشورہ کے بعد طے کیا گیا کہ ضلع بلند شہر کے پٹھانوں کو اس کام میں شریک کیا جائے۔ ان لوگوں کی شرکت سے یونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ اس کام میں شریک ہوگئے۔ اس طرح تبلیغی کام میں بڑی تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی۔ مولانا یوسف نے سرزمین حجاز میں تبلیغ کے کام کو تیز کر دیا۔ اسی طرح لندن اور دیگر برطانوی شہروں مانچسٹر، بریڈ فورڈ، گلاسکو، برمنگھم وغیرہ میں جماعتیں نکلنی شروع ہوگئیں۔ جاپان اور امریکہ کے بہت سے مقامات پر کام با قاعدہ طور پر ہونے لگا۔ مولانا یوسف کی امارت کے ابتدائی حصے میں تقسیم ہند کے فسادات کے نتیجے میں بہت سے لوگ مرتد ہونے لگے۔ آپ نے ان کو دوبارہ اسلام میں لانے کی غرض سے جماعتیں روانہ کیں۔ کام کو منظم اور وسیع کرنے کی کوششوں ہی کے سلسلے میں آپ نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ پاکستان کے تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے ارد گرد میواتیوں کو آباد کیا۔ اس وقت بھی بہت سے گاؤں میں بڑی تعداد میں میواتی موجود ہیں۔ ان تمام اقدامات سے آپ کی دور بینی اور بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔ ان اقدامات کی بناء پر آپ کے دور میں تبلیغی جماعت ایک منظم عالمگیر تحریک بن گئی۔ دین کا کام مشکلات کے بغیر نہیں ہوتا ہے اگر مشکلات نہیں جھیلنی ہے تو کامیابی حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ جس طرح رسول خدا نے تبلیغ کے آغاز سے لے کر اپنی وفات تک تبلیغ کے میدان میں تکالیف اور مشکلات کا سامنا کیا، اسی طرح تبلیغی جماعت کو بھی جماعت کے قیام سے اب تک مشکلات کا سامنا ہوا۔ جیسے آج کل پاکستان کے پنجاب حکومت نے صوبے بھر کے تعلیمی اداروں میں تبلیغی جماعت کے تبلیغ اور قیام پر پابندی عائد کر دی ہے۔ تفصیلات کے مطابق سانحہ باچاخان یونیورسٹی کے بعد پنجاب حکومت کی جانب سے صوبے بھر کے تعلیمی اداروں کیلئے سیکورٹی پلان تشکیل دینے کا عمل کیا۔ اس حوالے سے پنجاب حکومت نے تعلیمی اداروں کی حدود میں مساجد میں خطبات انتظامیہ کی منظوری سے دینے کی پابندی عائد کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغی جماعت پر یونیورسٹیز کی حدود میں تبلیغ کرنے پر بھی پابندی عائد کر دی ہے۔

اس حوالے سے کالم نگار خورشید ندیم لکھتے ہیں کہ:

"چوہدری شجاعت حسین تبلیغی جماعت کے دفاع میں دور کی کوڑی لائے۔ فرمایا، یہ اسلام کے خلاف بین الاقوامی سازش ہے۔ یہ غیر مسلم قوتوں کا کیا دھرا ہے۔ معلوم ہوتا ہے چوہدری صاحب دو عشروں سے داخلی سیاست میں کچھ اس طرح مصروف رہے ہیں کہ انہیں خارج کی خبر نہیں رہی۔ تبلیغی جماعت پر تو نائین الیون کے بعد بھی

امریکہ میں پابندی نہیں لگی۔ امریکہ کی اکسی غیر مسلم ملک میں بھی نہیں۔ یہ اعزاز صرف مسلم ممالک کو حاصل ہوا کہ انہوں نے تبلیغی جماعت پر پابندی عائد کی ہے۔ 2007ء میں میرا امریکہ جانا ہوا۔ اس سفر میں، میں یوٹا ریاست کے شہر سالٹ لیک سٹی میں بھی گیا۔

۔ جمعہ کا دن آیا تو مجھے مسجد کی تلاش ہوئی۔ معلوم ہوا یہاں ایک مسجد خدیجہ "ہے۔ میں نماز کے وقت سے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ مسجد میں ادھر ادہر گھومتے پھرتے ایک الماری دیکھی جس میں قرآن مجید کے ساتھ تبلیغی نصاب بھی موجود تھا، ایک رجسٹر بھی رکھا تھا۔ کھول کے دیکھا تو اس میں اردو انگریزی میں ان لوگوں کے نام لکھے تھے جنہوں نے گشت پر نکلنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس مسجد میں دنیا کے ہر خطے کے مسلمان نماز پڑھتے ہیں جو اس شہر یا قرب وجوار میں آباد ہیں۔[1]

خلاصہ کلام

اقامت دین اور مدافعانہ منہج کے موضوع پر اس تحقیق کا مقصد یہ تھا کہ ہم اس بات کو سمجھ سکیں کہ اسلامی تعلیمات کا دفاع کیسے کیا گیا ہے اور کیسے مختلف فکری مکاتب فکر نے اس میں اپنا حصہ ڈالا۔ ابلاغی مکتبہ فکر کی بنیاد علم، حکمت، اور تدبر پر ہے، اور یہ اسلام کے پیغامات کو دلائل کے ذریعے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مکتبہ فکر میں جبر یا تشدد کا کوئی عمل نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مقصد صرف لوگوں کو اسلام کے حقیقی پیغامات سے آگاہ کرنا ہے تاکہ وہ اپنی زندگیوں میں ان تعلیمات کو اپنائیں۔ مدافعانہ منہج کی اہمیت اس بات میں ہے کہ یہ اسلام کو مختلف فکری حملوں اور غلط فہمیوں سے بچانے کا ایک موثر طریقہ فراہم کرتا ہے۔ یہ نہ صرف اسلامی عقائد کا دفاع کرتا ہے بلکہ معاشرتی انصاف، برابری، اور امن کی فراہمی میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ابلاغی مکتبہ فکر میں یہ حکمت عملی موجود ہے کہ اسلام کو مختلف عقائد، ثقافتوں اور نظریات کے ساتھ موازنہ کرکے اس کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے اور اس کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کیا جائے۔ اسلام کی موجودہ عالمی چیلنجز کے تناظر میں یہ مکتبہ فکر نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کرنے کے لیے بھی ایک

[1] خورشید ندیم، تبلیغی جماعت پر پابندی، مشمولہ، دنیا، روزنامہ، 3 فروری 2016ء

Khūrshīd Nadīm, "Tablīghī Jamāʿat par Pābandī," *Duniyā*, Roznamah, February 3, 2016.

مؤثر حکمت عملی ثابت ہو سکتا ہے۔ اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ اقامت دین اور مدافعانہ منہج کا اسلام میں ایک خاص مقام ہے، اور یہ فکری اور علمی سطح پر اسلام کی سچائی کو پیش کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس مکتبہ فکر کے ذریعے نہ صرف اسلام کا دفاع کیا جا سکتا ہے بلکہ ایک مثبت اور روشن خیال معاشرتی ترقی کی راہ بھی ہموار کی جا سکتی ہے۔